

محدثین کے نزدیک علم الاسناد کی اہمیت

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

مترجم: محمد رضی الاسلام ندوی

عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے ”افقۃ الاخبار روائتہا“ یعنی خبروں کی بے اعتباری ان کو بیان کرنے والوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ بالکل صحیح بات اور ثابت شدہ قضیہ ہے۔ لوگ خواہ کہیں کے رہنے والے ہوں، کسی مذہب کے پیرو ہوں اور کسی ہی ثقافت کے حامل ہوں لیکن وہ جھوٹے شخص کی خبر پر اعتماد نہیں کرتے اور اس کی روایات اور اقوال پر اطمینان کا اظہار نہیں کرتے، خواہ انھیں معلوم ہو کہ وہ کبھی کبھی سچ بولتا ہے۔ جبکہ وہ سچ بولنے والے شخص کی خبر کو قبول کر لیتے ہیں اور اس کی روایات کی تصدیق کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ سچ بولنے والا بھی کبھی کبھی خطا کر جاتا ہے یا اسے وہم ہو جاتا ہے یا وہ جھوٹ بول جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ خبر، روایت یا حدیث میں جھوٹ، وہم یا غلطی واقع ہونے کا اصل سبب اس کا راوی یا ناقل ہوتا ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی روایت جھوٹی اور کوئی خبر غلط ہو اور اس میں اس کے راوی یا ناقل کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ محدثین کرام نے احادیث نبوی کے مطالعہ کا جو طریقہ کار اپنایا تھا وہ بالکل منہج برصواب تھا۔ انھوں نے مطالعہ متن سے زیادہ مطالعہ سند پر توجہ دی۔ اس لیے کہ جب کسی حدیث کی صحت اس کے راوی کی صداقت کی رہیں منت ہوتی ہے تو اس کے احوال کی تفتیش و تحقیق از حد ضروری ہو جاتی ہے۔

مطالعہ اسانید کی جانب محدثین کی توجہ

محدثین نے صحیح احادیث اور گھڑی ہوئی روایات کے درمیان امتیاز کرنے اور

ان کے صدق اور کذب کو پرکھنے کے لیے اسناد کے مطالعہ پر بہت زیادہ توجہ دی ہے اور اس کا خوب اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس عمل کو دین و شریعت کے تقاضوں میں سے قرار دیا ہے۔ امام عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں: "اسناد دین کا جزو ہے۔ اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے تو کوئی شخص جو چاہے کہتا رہے، امام سفیان ثوری کے نزدیک اسناد کی وہی اہمیت ہے جو ایک فوجی کے ہاتھ میں اسلحہ کی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں: "اسناد مومن کا ہتھیار ہے۔ اگر یہ ہتھیار اس کے پاس نہ ہو تو آخر وہ کس چیز سے جنگ کرے گا؟" حضرت عائشہؓ کے سلسلے میں جب کوئی شخص بغیر سند کے حدیث بیان کرتا تو فرماتے "اصل مال تو ابھی رہ گیا حدیثی فلان قال حدثنا فلان عن فلان" حضرت شعبہؓ بلا سند احادیث کو ایسے کھانے سے تشبیہ دیتے تھے جس سے کھانے والے کو آسودگی نہیں ہوتی۔ فرماتے تھے: جس حدیث میں اخبارنا اور حدیثنا نہ ہو وہ سرکہ اور بھری کے مثل ہے، ایک دوسرے موقع پر انھوں نے فرمایا: "جس حدیث کے ساتھ حدیثنا اور اخبارنا نہ ہو اس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو بیابان میں ہو اور اس کے ساتھ ایک بے نکیل کا اونٹ ہو۔" امام زہریؒ بغیر اسناد کے حدیث بیان کرنے کو بارگاہ الہی میں جبارت سے تعبیر کرتے تھے۔ عتبہ بن ابی حکیم بیان کرتے ہیں کہ وہ اسحاق بن ابی فروہ کے پاس تھے۔ اس مجلس میں امام زہری بھی تھے۔ ابن ابی فروہ کہنے لگے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو زہری نے انھیں ٹوکا اور فرمایا: "اے ابن ابی فروہ تمہیں کس چیز نے اللہ کے مقابلے میں اتنا جری بنادیا ہے کہ تم بغیر سند کے احادیث بیان کر رہے ہو؟ تم ہمارے سامنے ایسی احادیث بیان کر رہے ہو جن کی کوئی نکیل نہیں ہے،" امام زہری جب کوئی حدیث روایت کرتے تو پہلے سند بیان کرتے اور فرماتے: "پھٹ پر بغیر بیڑھی کے نہیں چڑھا جاسکتا،" امام شافعی کا قول ہے: "جو شخص بلا دلیل علم (حدیث) حاصل کرتا ہے اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو رات کے وقت اپنے سر پر لکڑیوں کا گھڑلا دے ہو، اس نے لکڑی کے دھوکے میں سانپ کو بھی گھڑ میں باندھ لیا ہو اور وہ ناگہانی طور پر اسے ڈس لے" (م ۲۲۰) کے درج ذیل اشعار سے بھی علم الاسناد کی اہمیت واضح ہوئی ہے۔

اذا لم يكن فيه صحيح عن الاشياخ متضع الطريق
فلا ترفع به رأسا ودعه فاني ناصح لك يا صديق

محمدین کے نزدیک علم الاسناد کی اہمیت

واسقاط المشائخ من حدیث اشدد علی من ثكل الشقیق
وما فی الارض خیر من حدیث له لور باسناد و شیخ^۱
(ترجمہ) اگر کوئی روایت راویوں سے صحیح اور واضح طریقے پر مروی نہ ہو تو
ایسی روایت پر دھیان نہ دو اور اسے ترک کر دو۔ میری نصیحت ہے
تمہارے لیے اسے میرے دوست، حدیث سے راویوں کو ساقط کر دینا
مجھ پر سکے بھائی کی موت سے زیادہ گراں گزرتا ہے۔ روئے زمین پر اس
حدیث سے بہتر کوئی چیز نہیں جو کسی مضبوط سند سے منور ہو۔

مذکورہ بالا اقوال سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ محدثین کرام کے نزدیک مطالعہ اسناد
کی کتنی اہمیت تھی اور وہ اس جانب کتنی توجہ دیتے تھے۔ امام سخاویؒ نے اس علم کی اہمیت
پر یوں روشنی ڈالی ہے :

”اس فن کا دین میں اہم مقام ہے اور مسلمانوں کے لیے اس کی اہمیت
ابتداء سے واضح ہے۔ اس سے بے اعتنائی نہیں برتی جاسکتی۔ خاص طور
پر اس صورت میں جبکہ اس سے مقصود راویوں کی تحقیق اور ان کے ماضی
حال اور مستقبل کے حالات کی تحقیق ہے۔ اس لیے کہ اعتقادی احکام
اور فقہی مسائل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سے
ماخوذ ہیں۔ ان کو نقل کرنے والے ہمارے اور آپ کے درمیان واسطہ
ہیں۔ اس لیے ان کا تعارف ضروری ہے اور ان کے احوال زندگی سے
واقفیت ناگزیر ہے۔ اسی لیے علمائے حدیث نے ہر زمانہ میں اس علم
میں دلچسپی لی ہے۔“

اگرچہ گولڈ زیہر (GOLD ZIHER) اور بعض دیگر مستشرقین نے مطالعہ اسانید کا اس
قدر اہتمام کرنے پر علمائے حدیث کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے لیکن بہت سے اہل علم ایسے
بھی ہیں جو اسے امت مسلمہ کا ایک قابل فخر کارنامہ اور ایک امتیازی خصوصیت تصور کرتے
ہیں۔ امام ابن حزمؒ نے فرمایا ہے: ”ثقہ راویوں کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث
کی روایت امت مسلمہ کی ایسی خصوصیت ہے جو اسے دیگر تمام قوموں سے ممتاز کرتی ہے۔“
ابن صلاحؒ فرماتے ہیں: ”علم الاسناد اس امت کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے۔“

ابن قتیبہؒ کا قول ہے: کسی قوم کے پاس ایسا علم نہیں جیسا امت مسلمہ کے پاس ہے یعنی علم الاسنادؒ اس چیز کا اعتراف مشہور مشرقِ اسیہؒ کو بھی ہے۔ کہتا ہے: ”امت مسلمہ کی عظمت اس بات سے ظاہر ہے کہ اس نے اپنے علماء اور خاص طور پر محدثین کی سیرت و سوانح کو محفوظ رکھا ہے۔ دنیا میں اور کوئی قوم ایسی نہیں جس نے اپنے اہل علم کے حالات زندگی کو محفوظ رکھنے کا اس قدر اہتمام کیا ہو“ؒ

علماء حدیث کو راویوں کی تحقیق اور روایتوں کی تفتیش کی تحریک درج ذیل ارشاد باری سے ملتی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ
بِنبأٍ فَنَبِّئُوهُ ثُمَّ اصْبِرُوا فَمَا يَجْهَلِيهِ
فَنُصْحُكُمْ عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ
(الحجرات: ۶)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادان تصور پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو بیان کرنے لگے۔“ حضرت ابنِ جابرؓ فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں آدمی کو تنبیہ کی گئی ہے کہ کوئی بات سنے تو اسے اس وقت تک دوسرے سے بیان نہ کرے جب تک کہ اسے اس کی صحت کا یقین نہ ہو جائے“ؒ

علم الاسناد کا آغاز

اسناد کے بارے میں دلچسپی اور اہتمام اور اس کی تحقیق و تفتیش کا آغاز اسلامی تاریخ کے ابتدائی عہد ہی سے ہو گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے چھ سال بعد فتنہ کا آغاز ہوا۔ یہاں تک کہ خود حضرت عثمانؓ شہید کر دئے گئے۔ اس فتنہ کے ساتھ ہی مختلف و متضاد سیاسی آراء و افکار ظاہر ہونے لگے تھے۔ اس کے نتیجے میں حدیث میں کذب بیانی سے کام لیا جانے لگا۔ ہر ایک اپنے نظریہ کی تائید اور اپنے مسلک کی تقویت کے لیے حدیث کا سہارا لینے کی کوشش کرتا تھا۔ جب علماء نے یہ صورت حال دیکھی تو انھوں نے یہ تحقیق شروع کر دی کہ حدیث کا مصدر و ماخذ کیا ہے؟ اور وہ کون لوگ ہیں جو اس کے نقل و روایت میں شریک ہیں؟ اس سلسلہ میں مشہور تابعی محدث ابنِ سیرینؒ فرماتے ہیں: ”پہلے اسناد کے

محققین کے نزدیک علم الاسناد کی اہمیت

بارے میں دریافت نہیں کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب فتنہ کا آغاز ہو گیا تو دیکھا جانے لگا کہ احادیث روایت کرنے والوں میں سے کون اہل سنت میں سے ہے اور کون اہل بدعت میں سے ہے؟ جو لوگ اہل بدعت میں سے ہوتے ان کی مروی احادیث ترک کر دی جاتی تھیں۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت مجاہدؒ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ”بشیر عدوی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں آیا اور حدیثیں بیان کرنے لگا۔ حضرت ابن عباس نے اس کی طرف التفات کیا نہ اس کی حدیثوں کی طرف دھیان دیا۔ اس نے کہا: اے ابن عباس کیا بات ہے آپ میری حدیثیں نہیں سن رہے ہیں؟ میں آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کر رہا ہوں اور آپ متوجہ نہیں ہو رہے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: ”ایک زمانہ تھا کہ کوئی شخص ہمارے سامنے کہتا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہماری نگاہیں اس کی جانب اٹھ جاتی تھیں اور ہم اس کی بات پر کان لگا لیتے تھے۔ لیکن جب لوگ نسیب و فزاسے گزرے تو ہم نے صرف اپنی لوگوں سے احادیث لیں جنہیں ہم جانتے تھے۔“

یحییٰ بن سعید قطانؒ فرماتے ہیں: ”اسناد کی تفتیش سب سے پہلے سیدائنا بعین عامر شعبیؒ (۱۷۱-۱۸۶ھ) نے کی۔ ربیع بن خثیم نے ان کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو انہوں نے سوال کیا ”تم سے یہ حدیث کس نے بیان کی؟ ربیع نے جواب دیا: عمرو بن مہیون نے۔ ربیع نے مزید کہا کہ میں نے بھی ان سے دریافت کیا تھا کہ آپ سے یہ حدیث کس نے روایت کی ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ حضرت ابو ایوبؓ نے یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: اسناد کی تفتیش کا یوں آغاز ہوا۔“

صحابہ اور کبار تابعین کے عہد کے بعد جب حدیث میں کذب بیانی عام ہونے لگی اور وقت گزرنے کے ساتھ اس کا دائرہ وسیع ہونے لگا تو اسناد پر مزید زور دیا جانے لگا۔ اب حدیث بیان کرنے والے کے لیے ضروری ہو گیا کہ اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی روایت قبول کی جائے اور اس کی بیان کردہ حدیث کو صحیح سمجھا جائے تو اس کی سند بھی ضرور بیان کرے۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: ”جب راویوں نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو ہم نے بھی تاریخ (یعنی راویوں کے حالات زندگی) کا فن ایجاد کیا۔“ حفص بن غیاث نے فرمایا: ”جب ہمیں کسی راوی کے جھوٹے ہونے کا شبہ ہو تو اس کا حساب سالوں کے ذریعہ لگاؤ۔“

یعنی حساب لگاؤ کہ اس نے وہ حدیث اپنے شیخ سے کب سنی ہے؟ مثلاً اسماعیل بن عیاش فرماتے ہیں: میں عراق گیا تو وہاں بعض لوگوں نے مجھ سے بتایا کہ یہاں ایک شخص ہے جو خالد بن معدان کے واسطے سے حدیث روایت کرتا ہے میں اس کے پاس گیا اور اس سے دریافت کیا: تم نے خالد بن معدان سے کب روایت کی ہے؟ اس نے جواب دیا: ۳۱ھ میں۔ میں نے کہا: گویا تمہارا دعویٰ ہے کہ تم نے خالد بن معدان سے ان کی وفات کے سات سال بعد حدیث کی سماعت کی ہے (کیونکہ خالد کی وفات ۲۸ھ میں ہو گئی تھی) ابو عبد اللہ حاکم فرماتے ہیں: ”ہمارے پاس ابو جعفر محمد بن حاتم آئے اور عبد بن حمید کے واسطے سے حدیث بیان کرنے لگے۔ میں نے ان سے ان کی تاریخ پیدائش معلوم کی۔ انھوں نے بتایا: ۳۱ھ میں نے اپنے اصحاب سے کہا: گویا ان حضرت نے عبد بن حمید سے ان کی وفات کے تیرہ سال بعد حدیث سنی ہے۔“

اسناد کی تحقیق صرف اہل علم تک محدود تھی بلکہ عام لوگ بھی کسی بات کی صحت جاننے کے لیے سند دریافت کیا کرتے تھے۔ اس کا ثبوت ایک واقعہ سے ملتا ہے: ایک اعرابی نے حضرت سفیان بن عیینہ کی مجلس میں حاضر ہو کر ایک مسئلہ دریافت کیا: ایک عورت مناسک حج ادا کر رہی ہے۔ طواف سے قبل ہی اسے حیض آجائے تو وہ کیا کرے؟ سفیان نے جواب دیا: وہ سارے کام کرے جو ایک حاجی انجام دیتا ہے۔ صرف طواف نہ کرے۔ اعرابی نے دریافت کیا: کیا کوئی نمونہ ہے؟ فرمایا: ہاں حضرت عائشہ کو طواف سے قبل حیض آگیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ طواف کے علاوہ وہ سارے مناسک ادا کریں جو حاجی انجام دیتا ہے۔ اعرابی نے بھرپور چھا یہ بات آپ تک کیسے پہنچی؟ سفیان نے جواب دیا: مجھ سے عبد الرحمن بن قاسم نے بیان کیا۔ انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت کی ہے۔ اعرابی نے کہا: آپ نے بہت اچھی مثال پیش کی اور خوب وضاحت سے اس روایت کو دوسروں تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ آپ کو اجر سے نوازے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں: ”یہ علم (یعنی علم الاسناد) دین ہے۔ لہذا دیکھو کہ تم کس سے اپنا دین اخذ کر رہے ہو۔ میں نے ستر ایسے لوگوں کو پایا ہے جو حدیثیں بیان کرتے

تھے لیکن میں نے ان سے کوئی حدیث قبول نہیں کی، محدثین اس شخص کا ہر پہلو سے جائزہ لیتے تھے جو حدیث بیان کرتا تھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: ”ابن سیرین، ابراہیم نخعی اور ابن دیگر تابعین صرف اسی شخص کی روایات قبول کرتے تھے جو معروف ہو اور اس کا حافظہ صحیح ہو۔ میں نے نہیں پایا کہ حدیث کا علم رکھنے والا کوئی شخص اس مسلک سے اختلاف رکھتا ہو۔“

ابراہیم بن حبیش کا شعر ہے:

يا طالبي العلم والروايات ان الروايات ذافات

لا تأخذ العلم عن اخي تهم الا عن الحائز للشهادات

اذا ضيقت منه الامانة والد... بين له طوق الامانات

(ترجمہ: اے حدیث اور روایات کا علم حاصل کرنے والو، روایات میں کچھ نقائص ہوتے ہیں۔ اس علم کو کسی شہم شخص سے حاصل نہ کرو بلکہ اسی شخص سے حاصل کرو جس کا علم و فضل معتبر ہو۔ جو شخص تمہارے نزدیک امانت و دیانت کے لحاظ سے پسندیدہ معیار پر ہو یہ امانت اسی کے سپرد کرو)

اصمعی نے سفیان بن عیینہ کا جو مرثیہ کہا تھا اس میں یہ اشعار بھی ہیں:

من للحدیث عن الزہری یسندہ وللحدیث عن عمرو بن دینار

ما قام من بعده من قال حدثنا الزہری فی اہل ید و ابا حضر

(ترجمہ: اب ان کے بعد زہری اور عمرو بن دینار کے واسطے سے حدیث کی سند کون بیان کرے گا۔ اب ان کے بعد دیہاتوں یا شہروں میں کوئی ایسا شخص نہیں بچا جو کہے: حدثنا الزہری)

اسناد کا ذکر کرنا حدیث کے سلسلہ میں اطمینان اور راحت کا باعث ہوتا تھا۔ بہر بن اسد کے سامنے جب کوئی صحیح سند بیان کی جاتی تو فرماتے ہیں: ”یہ عادل اور پسندیدہ لوگوں کی، ایک دوسرے کے بارے میں شہادتیں ہیں۔“

اسناد کی اسی اہمیت اور اس سے غیر معمولی دلچسپی کی وجہ سے دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں جن کتب حدیث کی تدوین ہوئی انھیں ”مسانید“ کا نام دیا گیا۔ ان میں سے بعض کتابیں ہم تک پہنچی ہیں۔ مثلاً مسند عمر بن راشد (م ۱۵۲ھ) اور مسند

ابوداؤد طیالسی (م ۲۰۲) ۶۔ انہی مسانید پر بعد میں تیسری صدی ہجری میں صحاح ستہ کی بنیاد پڑی۔

حواشی و مراجع

۱۔ ابن ابی حاتم رازی: کتاب الجرح والتعديل، القسم الاول من المجلد الاول ص: ۱۶، مطبعہ مجلس دائرة المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۴۱ھ/۱۹۵۲ء طبع اول، صحیح مسلم، طبع قاہرہ جلد اول ص: ۴۵، الحاکم، معرفۃ علوم الحديث، دارالآفاق الجدید، بیروت ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء ص: ۶۔

۲۔ ابن حبان، کتاب المجروحین من الحديث الضعفاء والمتروکین، تحقیق محمود ابراہیم زاید، دارالوعی حلب، طبع اول ۱۳۹۶ھ جلد اول ص: ۲۷۔

۳۔ ابن حبان، حوالہ سابق۔

۴۔ خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ۔ دائرة المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۵۶ھ ص: ۲۸۳۔

۵۔ ابن حبان، حوالہ سابق ۱/ ۲۷، ابن عدی، الکامل فی ضعف الرجال۔ دارالفکر بیروت طبع دوم ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء جلد اول ص: ۲۸۔

۶۔ الحاکم، حوالہ سابق ص: ۶۔

۷۔ ابن ابی حاتم رازی: حوالہ سابق ۱۶/۱۔

۸۔ بیہقی، مناقب الشافعی، تحقیق احمد صقر۔ دارالتراث قاہرہ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء جز اول ص: ۲۔

۹۔ قاضی عیاض، الامالاع الى معرفۃ اصول الروایۃ ولقیۃ السماع، تحقیق احمد صقر، دارالتراث قاہرہ ۱۳۸۹ھ/۱۹۷۰ء ص: ۱۹۸۔

۱۰۔ النخاوی شمس الدین، فتح المغیث، دارالکتب العلمیہ بیروت، طبع اول ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء جلد ۳ ص: ۲۸۱-۲۸۲۔

۱۱۔ ابن خزم، الفصل فی الملل والایہواء والنحل، مکتبۃ النجاشی قاہرہ ۱۳۲۱ھ جلد ۲ ص: ۸۲۔

۱۲۔ خضیب بغدادی، الرحلۃ فی طلب الحديث، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۷۵ء ص: ۱۶۔

۱۳۔ ابن الصلاح، مقدمہ، تحقیق محمد راغب طباطبائی، المطبعۃ العلمیہ حلب، طبع اول ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۱ء ص: ۲۱۵۔

۱۴۔ المنری: جلال الدین، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، موسسۃ الرسالہ بیروت، تحقیق بشار عواد، طبع دوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء جلد ۱ ص: ۱۶۶۔

۱۲۔ مقدمہ الاصابۃ فی تہذیب الصحابۃ لابن حجر عسقلانی، مکتبہ، ۱۸۵۶ء

۱۵۔ سنن ابی داؤد، طبع قاہرہ ۱۲۸۰ھ جلد ۲/ص: ۲۰۲-۲۰۳

۱۶۔ ابن حبان، حوالہ سابق ۴/۱

۱۷۔ ذہبی، میزان الاعتدال، مطبع انوار محمدی دہلی، جلد اول ص: ۳-۴

۱۸۔ صحیح مسلم مع شرح النووی۔ جلد اول ص: ۴۳

۱۹۔ الراہرہزی، المحدث الافاضل بین الراوی والواعی، تحقیق محمد الحاج الخطیب، دارالفکر بیروت

۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء جلد اول ص: ۳۰۸ (ربیع بن خثیم کی وفات کو قمر میں عبید اللہ بن زیاد کے عہد ولایت

میں ہوئی۔ دیکھئے طبقات بن سعد جلد ۶/ص: ۱۳۴)

۲۰۔ ابن الصلاح، حوالہ سابق ص: ۳۸۲۔

۲۱۔ خطیب بغدادی، حوالہ سابق ص: ۴۰۳-۴۰۴

۲۲۔ ابن عبد البر، التہذیب لمانی الموطا من المعانی والاسانید، تحقیق مصطفیٰ بن احمد و محمد عبد البکر امیری،

المکتبۃ المغربیہ، طبع دوم ۱۹۹۶-۱۹۸۲ء۔ جلد اول ص: ۶۷

۲۳۔ خطیب بغدادی۔ حوالہ سابق ص: ۱۳۳

۲۴۔ راہرہزی، حوالہ سابق ۱۰۱/۲

۲۵۔ ابن عدی، حوالہ سابق ۸/۱

(الدراسات الاسلامیہ۔ اسلام آباد جلد ۲۵۔ شمارہ ۴/ شمارہ ۱۹۹۰ء)

ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی کی ایک اہم کتاب

ایمان و عمل کا قرآنی تصور

الطاف احمد اعظمی

○ ایمان و عمل کے مروجہ تصور کی کم زوریوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ ○ قرآن و سنت کے نقطہ نظر کی

مدلل اور دلنشین تشریح کرتی ہے۔ ○ ایمان و عمل کے تقاضے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ واضح کرتی ہے۔

۱۱۰ صفحہ کی طبعیت۔ خصوصیت سرورق۔ صفحات ۲۸۰ قیمت ۲۵ روپے لائبریری ایڈیشن ۲۰۲۰ء

منے کا پتا: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰ء